OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

شیخ محمد متولی الشعراوی کا منہجِ دعوت: تفسیر الشعراوی کی روشنی میں ایک تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ

Sheikh Muhammad Mutawalli Al-Shaarawi's Methodology of *Da'wah*: A Research and Analytical Study in the Light of *Tafsir Al-Shaarawi*

Hafiz Muhammad Qasim
Doctoral Candidate, Department of Islamic studies, University of Sargodha
mqasim2521@gmail.com
Dr. Muhammad Feroz-ud-Din Shah Khagga
Professor of Islamic Studies, University of Sargodha
mferozshah@yahoo.com

Abstract

The life and mission of Sheikh Muhammad Metwali Al-Shaarawi epitomize the spirit of da'wah and irshad in the modern Muslim world. Rejecting high governmental offices to preserve the integrity of his calling, he dedicated himself entirely to conveying the message of Islam through lessons, interviews, and travels across nations. This study examines the principles of da'wah embedded in Tafsir Al-Shaarawi, demonstrating how the Sheikh derived his methodology directly from the Qur'an, authentic Hadith, and the wisdom of the Salaf. The paper argues that Al-Shaarawi conceptualized da'wah as both an honor and an act of worship, governed by divinely ordained rules: wisdom hikmah, good exhortation maw'izah hasanah, and gracious debate jidal ahsan. He emphasized that adherence to the fiqh of da'wah is essential to open blind hearts and deaf ears, and to lead people toward faith, righteousness, and adherence to the straight path.

CC BY

Furthermore, the study addresses the urgent contemporary need for a balanced understanding of da'wah to counter both extremism and negligence, which have contributed to the Muslim community's decline. By analyzing Al-Shaarawi's model, this article presents his approach as a Qur'anic, moderate, and intellectually sound framework for da'wah in the 21st century.

Keywords: Al-Shaarawi, Da'wah Methodology, Fiqh al-Da'wah, Tafsir Al-Shaarawi, Islamic Preaching, Hikmah, Salaf

تمہید

شیخ شعراوی کی زندگی چونکہ اصولی طور پر دعوت وارشاد کا استعارہ تھی چنانچہ ان کے دروس ،انٹرویوز اور مختلف ممالک کے اسفار کے دوران دعوت وارشاد کا ذوق ایک نمایاں پہلو کے طور پر نظر آتا ہے یہی وجہ ہے کہ شیخ شعراوی نے بعض سرکاری مناصب کو قبول کرنے سے انکار کیا تاکہ ان کی داعیانہ زندگی میں وہ مناصب مخل نہ ہوں اور شیخ کے داعیانہ ذوق وشوق کی عکاسی تفسیر شعراوی میں کثرت سے بیان کردہ دعوتی اصول اور قواعد سے ہوتی ہے چنانچہ ذیل میں قواعد دعوت کا تعارف ومفہوم اور تفسیر شعراوی میں بیان کردہ اصول دعوت کا احادیث اور سلف صالحین کے اقوال کی روشنی میں ایک تفصیلی جائزہ پیش خدمت ہے۔

دعوت الی اللہ ایک شرف اور عبادت ہے۔ ہر عبادت کے کچھ ایسے احکام اور فقہی اصول ہوتے ہیں جن کا التزام ضروری ہوتا ہے۔ تاکہ عبادت صحیح اور قابل قبول ہوسکے اسی طرح دعوت کے بھی کچھ اصول وضوابط ہیں جن کا اتباع داعیان کے لیے از حد ضروری ہے تاکہ اس سے اللہ کی توحید،عبادت اور صراط مستقیم کی اتباع جیسے ثمرات کا تحقق ہوسکے۔[1]اللہ عزوجل نے اپنے نبی کے لیے قرآن کریم میں منہج دعوت کی تحدید حکمت، موعظتِ حسنہ اور جدال احسن کے اصولوں سے فرمائی ہے۔ تاکہ یہ اہل دعوت کے لیے خیر پر مبنی ایک ربانی منہج قرار پاسکے۔ دعوت الی اللہ کے اس منہج کے اصول معلوم اور قواعد متعین ہیں۔ جو شخص فقہ وبصیرت سے ان کو اپناتا ہے اس کے لیے اللہ بند دلوں، بہرے کانوں اور اندھی آنکھوں کو کھول دیتا ہے۔ اس کے نتیجے میں مدعو خیر کی جانب مائل ہو جاتا ہے۔ مدعو کا دل ایمان سے مزین ہو کر اللہ کی توفیق سے کفر، فسق اور عصیان کو ناپسند کرنے لگتا ہے اور اللہ اسے اہل رشد وہدایت میں داخل کر دیتا ہے جو کہ سراسر اللہ کا فضل واحسان ہے۔[2]

ایک داعی کو حقیقت ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے کہ دعوت الی اللہ کے میدان میں اصولی ومنہجی خطا سے سنگِ راہ تشکیل پاتا ہے۔ جس کا ازالہ از حد ضروری ہے تاکہ داعی کے لیے یہ راہ موزوں اور متوازن رہ سکے۔ اور اس کے قدم لڑکھڑا نہ سکیں اسی لیے آج داعی کے لیے فقہ بہت ضروری ہے۔ عصرِ حاضر میں ہمیں علمِ دعوت اور فقہِ دعوت کی شدید احتیاج ہے اور اس کے تصورات کی تحدید بھی از حد ضروری ہے۔ اس کی وجہ دعوت کے میدان میں بعض لوگوں کا افراط پر مبنی رویہ ہے کہ جنہوں نے اپنے ہی معاشرے کی تکفیر کر دی۔ جب کہ بعض لوگ اس ضمن میں تفریط کا شکار ہوئے جس کے نتیجے میں قرآن کو بھی

چھوڑ دیا گیا۔ اور اس سب کی وجہ مسلمانوں کا انحطاط ہے۔ قرآن میں وارد ہے

فَخَلَفَ مِنۢبَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَ اتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا[3]

"ان کے بعد برے جانشین آئے، انھوں نے نمازیں ضائع کیں، شھوات کے پیچھے لگے، سو عنقریب گمراہ ہوں گے"

قواعد دعوت کا مفہوم

قواعد دعوت اضافی ترکیب ہے جو دو کلموں قواعد اور دعوت سے مرکب ہے قواعد قاعدۃ کی جمع ہے لغوی اعتبار سے یہ لفظ قعد سے مشتق ہے۔ اس کلمہ کے مشتقات دو معانی پر دلالت کرتے ہیں۔

پہلا معنی: العقود ہے اسی قبیل سے "امراۃ قاعد" کی ترکیب۔ ایسی عورت کے لیے جو حیض، اولاد اور شادی سے بیٹھ گئی ہو مستعمل ہے۔ اور المقعد سے مراد بیٹھنے کی جگہ ہے اسی سے ایک لفظ العقدۃ مستعمل ہے جو جلسۃ کی طرح بیٹھنے کی ایک کیفیت پر دلالت کرتا ہے۔

دوسرا معنی: الاساس ہے۔ اسی قبیل سے قواعد البیت، قواعد الھودج اور قواعد السحاب [4] کی ترکیب استعمال ہوتی ہے۔ ہماری بحث میں یہی دوسرا معنی ہے۔

اصطلاحی طور پر کافی ساری متقارب تعریفات منقول ہیں ان تمام میں سب سے نمایاں (واللہ اعلم) یہ تعریف ہے۔

"هی قضية كلية منطبقة على جميع جزئياتها" [5]

قاعدہ وہ کلی قضیہ ہے جو اپنی تمام جزئیات پر منطبق ہوتا ہے۔

لفظ دعوت لغوی اعتبار سے دعا سے مشتق ہے اس کلمہ کے متنوع مشتقات عام طور پر بہت سے لغوی معانی پر دلالت کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر درج معانی نقل کیے جاتے ہیں۔ نداء، عبادت، طلب، سوال، امالۃ و ترغیب، تسمیہ، نسب، دعوت الی الطعام، استحضار، حث علی الشئی۔[6]

اس فن کے علماء نے اس کی کئی ایک اصطلاحی تعریفات نقل کی ہیں۔ ان تمام میں راجح درج ذیل تعریف معلوم ہوتی ہے (واللہ اعلم)

"تبليغ الاسلام للناس و تعليمه اياهم و تطبيقه فی واقع الحياة" [7]

"لوگوں تک اسلام پہنچانا اور انھیں اس کی تعلیمات سکھانا اور عملی زندگی میں اسلام کی تطبیق کا نام دعوت ہے"۔

مفردات کی تعریف کے بعد بطور مرکب اضافی اس کی تعریف کچھ یوں ہے۔

القواعد الدعوية هی: امركلی يندرج تحته جزئيات توضح احكام الدعوة ومسائلها المنهجية [8]

"قواعد دعوت سے مراد وہ امر کلی ہے جس کے تحت کئی ایسی جزئیات شامل ہیں جو احکام دعوت اور اس کے منہجی مسائل کی توضیح کرتی ہیں"۔

علم و بصیرت

داعی دعوت الی اللہ کے میدان میں علم و بصیرت کے ہتھیاروں سے لیس ہونا چاہیے کیونکہ دعوتی عمل کو جو نقصانات لاحق ہوتے ہیں ان کی غالب اکثریت کی وجہ جہالت، عدمِ علم اور عدمِ بصیرت ہے۔ لہٰذا یہ قاعدہ میدان دعوت کے اہم قواعد

میں شامل ہے۔ اور داعی کے لیے اس کا اہتمام از حد ضروری ہے اسی کیفیت و صلاحیت کا داعی سے دعوتی شعبہ میں مطالبہ بھی کیا گیا ہے۔ فرمان الٰہی ہے۔

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِيْ وَ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَ مَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ[9]

"اے نبی کہہ دیں یہ میر اراستہ ہے میں بصیرت پر اللہ کی جانب بلاتا ہوں میں بھی اور میرے پیرو بھی"

لہٰذا داعی کے لیے دعوت کا یہی اصول ہے کہ جس طرف رسول اللہ ﷺ نے بصیرت، یقین اور دلیل و برھان سے دعوت دی ہے، یہ بھی ایسا ہی کرے نہ کہ جہالت سے دعوت دے۔[10]

وَ قُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا[11]

اے نبی یہ دعا کریں کہ میرے رب میرے علم میں اضافہ فرما۔[12]

اس آیت میں اللہ نے اپنی نبی ﷺ کو علم میں اضافے کی طلب اور دعاء کا حکم صادر فرمایا ہے۔

مزید بر آں اللہ نے ایک سورت کا نام ہی اداۃ علم پر کر رکھا۔ جیس اکہ سورۃ القلم ہے اور پھر اسی اداۃ کی قسم کھائی۔ فرمان باری تعالیٰ ہے۔

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ[13]

ن قسم ہے قلم کی اور اس کی جو وہ لکھتے ہیں

اس میں مخلوق کو اللہ کی اس نعمت پر متنبہ کیا جا رہا ہے جو ان کو اللہ نے کتابت کی تعلیم فرما کر ان پر کی ہے۔ اسی سے دیگر علوم حاصل ہوتے ہیں۔[14]

اللہ نے علم نافع کا حکم بھی صادر فرمایا ہے اور اسے قول و فعل سے پہلے لازم قرار دیا ہے۔ اللہ کا فرمان ہے۔

فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰكُمْ[15]

"اس بات کا علم حاصل کرو کہ یقیناً اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور اپنی غلطی مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لیے استغفار کریں"۔

(فاعلم) کو (واستغفر) سے مقدم کرنا اس حقیقت پر دلالت کرتا ہے کہ نظر و علم عمل سے پہلے ہے۔[16]

اسی آیت پر امام بخاریؒ کی تبویب کا عنوان یہی کچھ یوں ہے

[باب: العلم قبل القول والعلم[17]

اس ضمن میں دو روایات نقل کی جاتی ہیں جو طلب علم اور تفقہ فی الدین کی اہمیت پر دلالت کرتی ہیں۔

پہلی حدیث: عن معاویۃ قال سمعت النبی ﷺ یقول۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔[18]

حضرت معاویہؓ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ جس شخص سے اللہ بھلائی کا ارادہ کرے اسے دن کی سمجھ عطا کرتا ہے۔ میں تو محض تقسیم کرنے ولا اہوں دینے والا تو اللہ ہی ہے۔ اور یہ امت ہمیشہ اللہ کے امر اور حکم پر قائم رہے گی۔ ان کا مخالف انھیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ یہاں تک کہ اللہ کا حکم آجائے۔

دوسری حدیث: حضرت انس بن مالک سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم۔۔۔۔[19]

علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

اور نااہلوں کے سامنے علم کو رکھنے والا ایسے ہی ہے جیسے خنزیروں کو جواہرات موتیوں اور سونے کے ہار پہنانے والا ہو۔

ان روایات وتصریحات کی روشنی میں داعی کے لیے ازبس ضروری ہے کہ دعوت کے میدان میں بصیرت پر قائم ہو۔ جہالت سے دور ہو۔ اور علم نافع کو بڑھانے کی لگن میں لگا ہو۔ تاکہ دعوت کے مکمل فوائد حاصل ہو سکیں۔ جو شخص جہل پہ ہو اور دعوت دے اس کے بہت سارے نقصانات ہیں۔ بصیرت پر دعوت تین امور کو متضمن ہے۔ جن کو الشیخ محمد العثیمین نے کچھ یوں بیان کیا ہے۔

1۔ جس طرف داعی دعوت دے رہا ہے اس سے متعلق بصیرت پر قائم ہو۔ یوں کہ اسے اس امر کا حکم شرعی معلوم ہو۔ تاکہ اللہ کے بندوں پر اس کی دعوت سے ایسی اشیاء لازم نہ ہو جائیں جو شارع نے لازم کی ہی نہ ہوں اور نہ ہی حلال اشیاء کو حرام قرار دیا جا سکے۔

2۔ مدعو کی حالت اور ذہنی سطح سے متعلق بھی داعی بصیرت پر قائم ہو۔ اسی لیے جب نبی ﷺ نے حضرت معاذؓ کو یمن کی طرف بھیجا تو آپ ﷺ نے ان سے کہا "انک ستاتی قوما اھل کتاب"[20]

بے شک جلد ہی آپ اہل کتاب کی ایک قوم کے پاس جائیں گے۔

3۔ دعوت کی کیفیت میں بھی بصیرت موجود ہو۔ اللہ کا فرمان ہے۔

ادع الی سبیل ربک [21] [22]

"اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت، موعظۃ حسنۃ اور جدال احسن سے بلایئے"

لہٰذا داعی دعوت الی اللہ کے میدان میں لازمی طور پر علم و بصیرت کے اوصاف سے متصف ہو۔ اس سے داعی کو اس میدان میں ایک نئی جہت ملے گی اور مدعوین کے ہاں قبولیت بھی حاصل ہو گی۔

مذکورہ اقسام بصیرت سے داعی کو ضرور استثناہو کر دعوت کا کام کرنا چاہیے۔ حکم شرعی سے واقف ہو۔ مدعو کی حالت اور ذہنی سطح کو سامنے رکھ اس سے مخاطب ہو۔ اور مدعو پر اپنی دعوت پیش کرنے کے لیے مناسب طریق اختیار کرے۔ کیونکہ دعوت و تبلیغ کے قوی اور موثر ہونے کے یہی بہترین وسائل ہین۔ اسی سے مدعوین قائل ہوں گے۔

یہ سب علم و بصیرت سے دعوت سے ہی ممکن ہے۔ اور اسی جانب علماء نے اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"العلم قبل القول والعمل"[23]

"علم قول و عمل سے پہلے ہے"

یہ دعوتی قاعدہ شیخ شعراوی کی تفسیر میں بہت سی جگہوں پر بیان ہوا۔ ان میں چند کو ذکر کیا جاتا ہے۔

1۔ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِيْ وَ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَ مَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ[24]

"اے نبی کہہ دیں یہ میرا راستہ ہے میں بصیرت پر اللہ کی جانب بلاتا ہوں میں بھی اور میرے پیرو بھی"

اس آیت کی تفسیر میں شیخ لکھتے ہیں:

بے شک نبی ﷺ اللہ کی طرف دعوت دیتے ہوئے اسی طریق کو اختیار کرتے تھے جو اللہ تک پہنچادے۔ اس طریق کو اختیار کرنے میں آپ ﷺ کے سامنے تین کیفیات ہوتی تھیں۔

(أ) ایمان (ب) قبول منہج ربانی (د) آخرت کی جزاء

الغرض اللہ کے منہج کو قبول کرتے ہوئے ایمان کے ساتھ اور اللہ کے ہاں اس کی جزاء کے حصول کے پیش نظر آپ ﷺ اور آپ کے پیروکار بصیرت سے دعوت کا کام کرتے تھے۔ آپ کے پیروکاروں سے مراد دعاۃ کی ہی جماعت ہے۔ آپ اس منہج کو اگر بندے اپناتے ہیں تو اللہ کا فائدہ نہیں ہے بلکہ یہ بندوں کے لیے ہی مفید ہے۔ پس جو چاہے ایمان لائے جو چاہے کفر کرے۔ [25]

2- وَ قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا[26]

"بے شک نبی ﷺ کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے ایسے علم کی احتیاج ہوگی۔"

جس پر زندگی کے مظاہر کا قیام ہو گا۔ تاکہ وہ ضروری تیاری مکمل ہو سکے جو اس مقصد کے لیے لازمی ہے۔ اسی لیے علم کے اضافے کا طلب کے طور پر یہ ربانی حکم صادر ہوا ہے۔[27]

لہذا داعی کے لیے از حد ضروری ہے کہ وہ علم کے اضافے کے لیے وہ ہی دعا کرے جو اللہ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو سکھلائی ہے کیونکہ دیگر چیزوں کی نسبت اسے علم کے اضافے کی زیادہ ضرورت ہے۔

لہذا داعی کے لیے از بس ضروری ہے کہ بقدر استطاعت اس اصول اور قاعدے کو اپنائے۔ اور اللہ کی جانب علم و بصیرت سے دعوت دے۔ مدعو کی حالت و مستویٰ کے ضمن میں بھی بصیرت سے کام لے۔ دعوت کی کیفیت اور طریقے میں بھی اسی علم و بصیرت کو اپنائے۔ تاکہ اس کا پیغام واضح، قوی اور یوں موثر ہو سکے کہ مدعوین قائل ہو سکیں۔ اور اس ضمن مین اس علم کے اضافے کا بھی طلبگار رہے۔ جس کی دعا نبی کریم ﷺ فرماتے تھے۔ کیونکہ علم قول و عمل سے پہلے ہے۔

وجوہاتِ تبلیغ

داعی کے ذمے صرف وضاحت کے ساتھ پیغام پہنچانا ہے کیونکہ وہ انبیاء ورسل کا نائب ہے۔ ان کی اس ذمہ داری کا تذکرہ قرآن میں یوں کیا گیا ہے۔

پس داعی کے سامنے بھی یہی اصول رہنا چاہیے کہ لوگوں کے دلوں میں ہدایت داخل کرنا اللہ کی قدرت میں ہے اس کی طاقت سے یہ امر خارج ہے۔ اور یہ اصول و قاعدہ دعوت کے اہم قواعد میں شمار کیا جاتا ہے۔ تفسیر شعراوی میں یہ قاعدہ کئی ایک مقامات پر نقل ہوا ہے۔ چند ملاحظہ ہوں۔

1- الشیخ متولی: فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ[28]

کی تفسیر میں رقمطراز ہیں

"البلاغ المبین" کا کلمہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ مکلف پر لازم ہے کہ وہ منہج کو "فعل (آپ یہ کریں) لا تفعل (اور آپ یہ نہ کریں) ایسے کلمات سے پہنچادے اگر داعی اس سلسلے میں کوتاہی کا شکار ہوتا ہے تو یہ کوتاہی دینِ حق کی جانب منسوب افراد کی ہی شمار ہوگی کیونکہ ان کے ذمہ اس منہج کو ان لوگوں تک پہنچانا ہے جن تک یہ منہج نہیں پہنچ سکا ہے۔[29]

اس کے بعد شیخ نے متعدد احادیث میں سے دو احادیث نقل کی ہیں جن میں سے اللہ کے دین کو ان افراد تک پہنچانے کی بابت تحریض پائی جاتی ہے۔ جن تک دین نہیں پہنچا ہے۔ اور ان سے بھی مذکورہ نتیجہ ہی اخذ کیا ہے دونوں احادیث مع ترجمہ ملاحظہ ہوں۔

بلغو عنی ولو آیة وحدثوا عن بنی اسرائیل ولا حرج ومن کذب علی متعمداً فلیتبوا مقعده من النار [30]

"میری طرف سے پہنچاؤ چاہے ایک آیت ہی کیوں نہ ہو اور بنی اسرائیل سے احادیث بیان کرنے میں حرج نہیں ہے اور جس شخص نے مجھ پر قصدا جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے"

نضر اللہ امرأ سمع منا حدیثا۔۔۔۔۔۔[31][32]

اس شخص کو اللہ ترو تازہ رکھے جس نے ہم سے کچھ سنا اور اسے جیسے سنا ویسے ہی آگے پہنچا دیا کیونکہ کئی افراد جنہیں بات پہنچائی جاتی ہے سننے والوں سے زیادہ محفوظ رکھنے والے ہوتے ہیں۔

لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰهُمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ[33]

اس آیت کی تفسیر میں شیخ شعراوی لکھتے ہیں

اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ[34]

"بے شک آپ جس سے محبت رکھیں اسے ھدایت نہیں دیتے لیکن اللہ جسے چاہتا ہے ھدایت دیتا ہے اور وہی ھدایت پانے والوں کو زیادہ جانتا ہے"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے ہدایت دینے کی نفی کرتے ہیں۔

جب کہ دوسری آیت "وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ"[35] میں اسی کا اثبات کرتے ہیں۔ لہٰذا یاب یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ رب العالمین ایک فعل کو ایک فاعل کے لیے ثابت قرار دے کر پھر اس فعل کی اسی فاعل سے نفی کر دیں۔۔؟ تو اس سوال کا جواب یہی ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم محض لوگوں کی اللہ کے منہج پر راہ نمائی کرتا ہے۔ اس پر چلانا اس کا کام نہیں اور نہ ہی یہ اس کا دائرہ کار ہے۔ لہٰذا (وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ) کا معنی یہی ہے کہ نبی راہ نمائی کرتا ہے اور اس کے ذمہ پہنچانا ہے اور حساب اللہ کے ذمہ ہے۔ اور دوسری آیات (لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰهُمْ) (اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ) کا معنی یہ ہے کہ نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم انھیں اللہ کے منہج پر چلاتا نہیں ہے۔[36]

اس کے بعد شیخ شعراوی نے ہدایت کے دونوں معانی اور ان کے مابین فرق کو واضح کیا ہے۔ اس کی توضیح کچھ یوں ہے کہ ھدایتِ دلالت اور ھدایت معونۃ کے مابین فرق ہے۔ اس اعتبار سے اللہ مومن اور کافر کو ہدایت دیتا ہے کہ جملوں میں مراد ھدایت ولالت ہے کہ اللہ ان کی راہنمائی کرتا ہے۔ لیکن جو ایمان لے آئے اسے ہدایت معونت، ھدایت توفیق اور اعمالِ اطاعت کی تخفیف و آسانی پر مشتمل ھدایت سے سرفراز کرتا ہے۔[37]۔[38]

وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ[39]

اور رسول کے ذمہ فقط وضاحت سے پیغام پہنچانا ہے"۔[40]

لہٰذا داعی اپنی استطاعت کے مطابق لوگوں کو اسلام کی تبلیغ کرے اور اپنا پیغام وضاحت سے پیش کرے۔ مدعوین کو ھدایت اور قبولِ دعوت پر مجبور نہ کرے۔ اور ان کی ھدایت قبولِ دعوت سے مایوس بھی نہ ہو۔ کیونکہ ان کے دلوں میں ایمان

کو داخل کرنے کا وہ مالک نہیں ہے۔ اور نہ ہی ان کے ہدایت یافتہ ہونے کا وہ مالک ہے۔ بلکہ یہ امور اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔ وہ جسے چاہے ھدایت دے۔ اللہ کا فرمان ہے۔

اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَ لٰکِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ[41]

"بے شک آپ جس سے محبت رکھیں اسے ھدایت نہیں دیتے لیکن اللہ جسے چاہتا ہے ھدایت دیتا ہے اور وہی ھدایت پانے والوں کو زیادہ جانتا ہے"

لہٰذا نبی بھی اس بات کی قدرت نہیں رکھتے کہ جسے دوست رکھیں یا جسے پسند کریں اسے اسلام میں داخل کر لیں۔ لیکن اللہ جسے چاہے ہدایت دے کر اسلام میں داخل کرتا ہے۔

لہٰذا ہدایت کے دو معانی متعین ہوئے۔ ارشاد و دلالت اور توفیق و معونت۔ ایمان سے متعلق ہدایت معونت و توفیق فقط اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے منہج کی جانب دلالت اور ارشاد کی ھدایت یہ رسول کی ذمہ داری ہے۔ کیونکہ پہلی قسم کی ھدایت کی رسول سے نفی اللہ نے کر رکھی ہے۔ اس توضیح سے یہ کلیہ معلوم ہوتا ہے کہ دعاۃ کے ذمہ لوگوں کی صراط مستقیم کی جانب راہ نمائی کرنا واجب ہے۔ اور یہ کام وہ اپنی استطاعت کے مطابق کرنے کے پابند ہیں۔ اور انہیں مدعوین سے متعلق دعوت قبول کرنے یا ھدایت پا لینے سے متعلق مایوس بھی نھیں ہونا چاہیے۔ اس امر کو اللہ کے لیے چھوڑ دینا چاہیے کیونکہ قبولیت و انکار سے متعلق دلوں کی حرکت و کیفیت اللہ کی جانب سے ہے۔ اور وہ جسے چاہتا ہے صراط مستقیم کی جانب گامزن کر دیتا ہے۔

- الأھم فالمھم

اصول دعوت میں ایک نمایاں اصول یہ بھی ہے کہ پہلے زیادہ اہم امور زیر بحث لائے جائیں۔ اس کے بعد درجہ بدرجہ دیگر کم اہمیت والے مسائل کی جانب دعوت دی جائے۔ اس قاعدے کی توضیح مزید کے سلسلے میں یہ مثال ہے کہ پہلے اصول کی جانب دعوت دی جائے۔ پھر فروع کی طرف بلایا جائے۔ سب سے پہلے اصول عقیدہ بیان ہوں۔ داعی کے لیے بھی یہ ایک اساسی امر ہے کیونکہ بندے کے اعمال کی قبولیت اسی پر منحصر ہے۔ مزید برآں داعی کے لیے بالکل بھی مناسب نہیں کہ وہ فروغ عقیدہ میں مدعوین کو اختلافی مباحث میں مشغول کر دے۔[42] دیگر امور از قسم عبادات، معاملات، اخلاق وغیرہ میں بھی یہی اصول پیش نظر ہونا چاہیے۔ امورِ دعوت میں یہ اصول تمام انبیاء ورسل کا منہج رہا ہے کیونکہ انھوں نے بھی دعوت اصول (عقیدہ) سے شروع کی۔ توحید اور عبادت میں اخلاص ان کے ہاں دعوت میں سب سے پہلے زیر بحث آئے۔ اسی سے متعلق قرآن میں ہے۔

وَ لَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ کُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَی اللّٰهُ وَ مِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَیْهِ الضَّلٰلَةُ فَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الْمُکَذِّبِیْنَ[43]

"ہم نے ہر امت میں ایک رسول اس لیے بھیجا کہ وہ دعوت دے کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور طاعوت سے بچو، اس سے معلوم ہوا کہ رسولوں کی بعثت کا مقصد اللہ کی عبادت کی طرف دعوت اور غیر اللہ کی عبادت سے روکنا ہے"[44]

اسی نہج کا اتباع محمد ﷺ نے بھی کیا۔ آپ ﷺ نے مکہ کے اندر تیرہ سال تک توحید و شرک سے متعلق یہی دعوتی سرگرمیاں جاری رکھیں۔ عقیدہ توحید کے استقرار کے بعد ہی دیگر شرعی احکام کا نزول ہوا ہے۔ اسی طرح جب آپ دعاہ کو مختلف علاقوں کی جانب دعوت کے وظیفہ کے لیے بھیجتے تو ان کو توحید سے ہی دعوت کا آغاز کرنے کی تلقین فرماتے۔ اس ضمن میں حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن بھیجے جانے کا واقعہ اور آپ کی پند و نصائح سے متعلق حدیث قابل غور ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

انک ستائی قوما اھل کتاب فاذا جئتھم فاذعھم الی ان یشھدوا ان لا الہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ۔۔۔ [45]

بے شک آپ اہل کتاب کے ہاں پہنچیں گے ان کو سب سے شہادت توحید ورسالت کی دعوت دیجئے گا۔ اس سے متعلق ان کی اطاعت کے بعد انھیں خبر دیں کہ ان پر اللہ نے دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ اس کی تعمیل کے بعد اس امر کی خبر دینا کہ ان پر ان کے مالوں میں زکوٰۃ بھی فرض ہے جو ان کے اغنیاء سے لے کر انھی کے فقراء میں تقسیم کی جائے گی۔ اس سلسلے میں ان کے فقط عمدہ مالوں کو لینے سے اجتناب کرنا۔ مظلوم کی بد دعاء سے بچنا کیونکہ اس کے اور اللہ کے مابین کوئی حجاب نہیں ہوتا۔

اس حدیث میں سب سے پہلے عقیدہ توحید کی دعوت کا حکم ہے۔ اس کی قبولیت کے بعد نماز اور زکوٰۃ کی دعوت ہے۔ کیونکہ نماز اور زکوٰۃ کی قبولیت کا انحصار عقیدہ کی درستی پر ہے دعوت کا کام کرنے والوں کو اس قاعدے کالازمی اہتمام کرنا چاہیے۔ یہ دعوت کے اہم قواعد میں سے ایک ہے اسی پر انبیاء کی دعوت چلی ہے۔ فروع سے قبل اصول کی بات کیجئے۔ کیونکہ اصول کی درستی کے بعد فروع کی قبولیت ہے۔ کوئی بھی عمل عقیدہ و اصول کی اصلاح کے بغیر قبول نہیں ہے۔ میز بر آں فروغِ عقیدہ میں اختلافی مباحث سے بھی اجتناب لازمی ہے۔ یہی منہج نبوی وصحابہ ہے۔

شیخ شعراوی کے تفسیری فرمودات سے بھی یہ قاعدہ اخذ ہوتا ہے۔

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ[46]

کی تفسیر میں رقمطراز ہیں

دعوت الی اللہ کے عناصر میں پہلا عنصر عقیدہ اور ایمان باللہ کی دعوت ہے جب مدعوین ربوبیت کا اقرار کرلیں اور بلا تردد خالصتاً اس کا اعلان بھی کر دیں تو داعی ان کی توجہ آیات کونیہ کی جانب مبذول کرائے، اگر وہ ان پر غور نہ کرتے ہوں۔ اس کے بعد اگر انھیں علم نہ ہو تو آیات معجزہ کا تعارف کرائے جن میں رسولوں کے معجزات کا تذکرہ ہے۔ اس کے بعد ان قرآنی آیات کی جانب توجہ دلائے جن میں اللہ کا منہج افعل ولا تفعل (یہ کرو اور یہ نہ کرو) بیان ہوا ہے۔[47]

شیخ شعراوی بھی عناصرِ دعوت میں پہلا عنصر عقیدہ اور اصول کو بھی قرار دے رہے ہیں۔ پھر درجہ بدرجہ اہم امور کی جانب دعوت کا اسلوب بیان کرتے ہیں۔ اس سے غرض فروغ کا اہمال نہیں ہے۔ مقصود فقط یہ ہے کہ امور عقیدہ کو الوہیت دی جائے اور الویت کی رعایت رکھنا ہی سب انبیاء کا منہج دعوت ہے۔

- **وجوب التثبت**

شیخ شعراوی کے فرمودات تفسیریۃ سے بھی یہ قاعدہ مترشح ہوتا ہے اسی آیت کی تفسیر شیخ شعراوی لکھتے ہیں:

"ان معنیٰ "تبینوا" الا یاخذ المومنون الامور لظواھر ھا فلا یمضلوا اللہ او یعملوا عملا الا اذا تثبتوا اوتأکدوا حتیٰ لا یصیبوا قوما بظلم [48]

"تبینوا" کا معنی یہی ہے کہ اہل ایمان تمام امور میں ظواہر کا ہی اعتبار کریں۔ کسی بھی حکم کو جاری کرنے یا عمل سے قبل پوری تحقیق کرلیں تاکہ کسی بھی قوم سے ظلم نہ ہو۔

ان تصریحات سے واضح ہوتا ہے کہ داعی کے لیے اس قاعدے کی رعایت رکھنا از بس ضروری ہے۔ تاکہ کسی سے ظلم نہ ہو اور ایسا کرنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ اللہ کے حکم کی اطاعت اور نبی کریم ﷺ کے طریقے کی اقتداء کا بھی یہ تقاضا ہے۔

داعی کے لیے ضروری ہے کہ وہ تمام امور میں تثبت پر حریص ہو۔ اس کا خصوصی اہتمام کرے اور امور دعوت میں کسی طور کسی بھی قسم کی جلدی اور تیزی نہ دکھائے کیونکہ اس کی ذمہ داری کا شرف اور عظمت اسی میں ہے۔ اس اصول سے متعلق اصل اللہ کا یہ فرمان ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآئَكُمْ فَاسِقٌم بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًام بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ [49]

اے اہل ایمان! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لائے تو اس کی خوب تحقیق کرو

یہاں اللہ رب العالمین نے اہل ایمان کو تمام امور میں مکمل جان کاری اور تحقیق کا حکم جاری فرمایا۔[50]

اس آیت سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ تمام اموری مکمل تحقیق اور ٹھہراو لازم ہے۔ اور کسی بھی امر سے متعلق فیصلے اور حکم کے صدور سے قبل جلدی نہ کرنا اللہ کا حکم ہے اور دعاہ اللہ کے حکم کی اطاعت کرنے کے زیادہ پابند ہیں۔

کفار سے جہاد کے سلسلے میں بھی اللہ نے تثبت کا حکم جاری فرمایا ہے۔ اس سے بھی اس دعوتی قاعدے کی اہمیت و عظمت معلوم پڑتی ہے۔ فرمان الٰہی ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا[51]

"اے ایمان والو! جب تم جہاد فی سبیل اللہ کے لیے سفر پہ نکلو تو خوب تحقیق کر لو۔ اور جو تمہیں سلام پیش کرتے اسے یوں نہ کہو کہ تم مومن نہیں ہو۔ تم دنیا کا مال اور سامان چاہتے ہو جب کہ اللہ کے ہاں اور بہت سی غنیمتیں ہیں اس سے قبل تمہاری حالت یوں ہی تھی، اللہ نے تم پر احسان کیا سو خوب تحقیق کیا کرو۔ بے شک اللہ تمہارے اعمال سے بخوبی واقف ہے"

پس اس آیت کی روشنی میں ان کے لیے یہ لازم ہے کہ وہ معاملے کی مکمل تحقیق کریں اور اس سلسلے میں جلدی نہ کریں۔[52]

مذکورہ آیت کے شان نزول سے متعلق بہت ساری روایات ہیں۔ ذیل میں اس سے متعلق ایک روایت نقل کی جاتی ہے۔

بخاری و مسلم نے اپنی اپنی صحیح میں اپنی سند سے حضرت اسامہ بن زیدؓ سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

بعثنا رسول الله الى الحرقة فصحبنا القوم فهرمنا هم۔۔۔ [53]

ہمیں رسول اللہ نے حرقۃ (جہینۃ قبیلہ کا علاقہ) کی جانب بھیجا۔ ہم نے صبح سویرے اس قوم کو جالیا اور انھیں شکست سے دوچار کیا۔ میں اور ایک دوسرے انصاری نے ایک آدمی کو پکڑ لیا۔ جب ہم اسے مارنے کے لیے جھکے تو اس نے لا الہ الا اللہ پڑھ لیا۔ انصاری نے ہاتھ کھینچ لیا جب کہ میں نے اسے اپنے نیزے سے مار ڈالا۔ جب ہم لوٹ آئے تو رسول اللہ ﷺ کو اس قصے کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ اے اسامہ! کیا آپ نے اسے کلمہ لا الہ الا اللہ کے بعد بھی قتل کر ڈالا ہے۔؟ میں نے عرض کی کہ وہ مجھ سے بچنے کی خاطر ایسا کہہ رہا ہے۔ جب کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بات کو مسلسل دوہرا رہے تھے۔ اس وقت مجھے تمنا

ہوئی کہ میں آج سے قبل مسلمان ہی نہ ہوا ہوتا۔ اس آیت کی تفسیر میں امام قرطبیؒ نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد بطور تعلیق لکھا ہے۔

"وفی هذا من الفقة باب عظيم۔ وهو من الاحکام تناط بالمظان والظواهر لا علی القطع وطلاح السرائر۔" [54]

اس حدیث سے فقہ کے ایک عظیم باب اور اصول کی سمجھ آتی ہے کہ احکام کا تعلق ظاہر سے ہے۔ دل کی باتوں سے متعلق آگہی پر احکام کا انحصار نہیں ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے نبی ﷺ تمام لوگوں سے بڑھ کر معاملات میں تحقیق کرتے تھے۔ اسی لیے آپ ﷺ نے اسامہ بن زید کو ایک ایسے آدمی کے قتل پر ڈانٹا جو بظاہر کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوا تھا اور اس ضمن میں آپ ﷺ نے اس کے اسلام کے سبب سے متعلق کوئی تاکید حاصل نہ کی۔ کہ آیا وہ خوف کے سبب مسلمانوں ہوا ہے یا کہ خوشی خوشی بغیر کسی خوف کے مسلمان ہوا ہے۔ لہٰذا احکام کا تعلق ظاہر سے ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ داعی کے لیے تثبت و تحقیق از حد ضروری ہے۔ کسی بھی معاملے میں حکم جاری کرنے میں جلدی نہ کیجائے۔ کیونکہ داعی کی ذمہ داری اور اس کی عظمت و شرف کا تقاضا یہی ہے کہ وہ تاکید اور تحقیق کو بر حال میں لازم پکڑے رکھے تاکہ وہ کمزوری و ندامت سے محفوظ رہ سکے۔ اور ہلاکت سے بچ سکے۔

- **وسطیت واعتدال**

شیخ شعراویؒ نے اپنی تفسیر میں کئی ایک مقامات پر اس بابت گفتگو کی ہے۔

دو مقامات کا تذکرہ ملاحظہ ہو۔

قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَآ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى[55]

"ان دونوں (موسیٰ وھارون) نے کہا ہمیں ڈر ہے کہ کہیں وہ ہمارے ساتھ زیادتی نہ کرے یا حد سے نہ بڑھ جائے"

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے "لفظ (یفرط) کے معنیٰ کی توضیح میں آپ لکھتے ہیں۔

"اس کا معنیٰ ہے: حد تک تجاوز کرنا اور اس کا متضاد فرط ہے۔ جو کسی امر میں تقصیر پر دلالت کرتا ہے۔ اور وسطیت افراد و تفریط کے مابین ایک فضیلت ہے۔"[56]

لہٰذا شیخ شعراوی کے ہاں وسطیت ایک فضیلت ہے۔ اسی لیے دعاۃ کے لیے منہج وسطیت کا التزام لازم ہے۔

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا[57]

"اور اسی طرح ہم نے تمہیں امتِ وسط بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور رسول تم پر گواہ بن جائے"

اس آیت کی تفسیر میں وسط اور امتِ وسط کی تبیین و توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"کسی چیز کا وسط اس کا نصف یا مابین الطرفین ہوتا ہے اور امت وسط سے مراد ایسی امت ہے جو ایمان اور عقیدہ میں وسطیت پر قائم ہو۔ اس لحاظ سے اسلام الحاد اور متعدد خداؤں کے قائلین کے مابین دین وسط ہے۔ کیونکہ کچھ نے معبود بر حق کے وجود کا ہی انکار کر دیا۔ جب کہ کچھ نے اسراف سے کام لیتے ہوئے متعدد خداؤں کا دعویٰ کر دیا یہ دونوں رویے ہی غلطی پر مبنی ہیں۔ جب کہ مسلمان یہ کہتے ہیں

لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واحد اَحد

اللہ کے علاوہ کوئی الہ نہیں ہے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے وہ بالکل اکیلا ہے۔

اس طرح اسلام روح اور مادۃ کے مابین وسطیت پر قائم ہے یہاں کچھ ایسے افراد بھی موجود ہیں۔ جو مادہ پرستانہ فکر نہیں اسراف کے داعی ہیں اور یہ روحانی قدروں سے یکسر عاری ہیں۔ جب کہ اسی معاشرے میں کچھ دیگر ایسے افراد بھی موجود ہیں جو مادیت کی بالکل نفی کرتے ہوئے محض روحانی اقدر پر ہی یقین رکھتے ہیں۔ جب کہ اسلام اس کے بین بین مادی زندگی کو آسمانی اقدار سے مضبوط کرنے کا داعی ہے۔[58]

ایک مسلم داعی کے لیے وسطیت واعتدال اور توسط بھی دعوت الی اللہ کے لیے ضروری قاعدہ ہے افراط و تفریط سے دور رہنا بہت ضروری ہے اور دعوت کے میدان میں اس قاعدے کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ اعتدال اسلام کی نمایاں میراث و خصوصیات میں سے ایک ہے۔ امت اسلامیہ اسی وصف کی بدولت امتیازی شان کی حامل ہے۔ اور قیامت کے روز دیگر سابقہ اقوام پر گواہی دے گی۔ اور رسول ﷺ بھی اس امت کی گواہی دے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

وَ کَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَکُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَی النَّاسِ وَ یَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَهِیْدًا[59]

"اور اسی طرح ہم نے تمہیں امتِ وسط بنایا تا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور رسول تم پر گواہ بن جائے"

اس مقام پر اللہ نے امت محمدیہ کو وسطیت کے وصف سے متصف کیا ہے۔ کیونکہ دین کے معاملے میں یہ وسطیت کا شعار اپنائے ہوئے ہیں یہ عیسائیوں کی طرح غالی نہیں ہیں اور نہ ہی یہود کی طرح اہل تقصیر ہیں۔ اور یہ اس کے مابین متوسط ہیں۔ اسی لیے ان کی توصیف بیان ہوئی ہے کیونکہ اللہ کے ہاں پسندیدہ ترین امر وسطیت ہی ہے۔[60] امت مسلمہ اعتدال کا حکم دیتی ہے اور افراط و تفریط سے اجتناب کرتی ہے۔ دراصل ان کا یہ رویہ اس آیت پر عمل کی تصویر ہے۔

وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ذٰلِکُمْ وَصّٰکُمْ بِهٖ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ[61]

"اور بے شک یہ میرا سیدھا راستہ ہے۔ اسی کی پیروی کرو۔ اور دیگر راستوں کی پیروی نہ کرو ورنہ درست راستے سے بھٹک جاؤ گے۔ اسی کا تم کو تاکیدی حکم دیا جاتا ہے تا کہ تم بچ سکو"

اس آتی میں اللہ نے اپنے اس راستے اور طریق کی پیروی کا حکم دیا ہے۔ جس میں کجی نہیں ہے۔ اور وہ دین اسلام ہے اور وہ ایک ہی ہے جب کہ اس کے علاوہ متعدد طرق ہیں جن میں افراط و تفریط موجود ہے۔ لہٰذا جو اصل راستے پہ چلا وہ نجات پا لے گا جب کہ جو دوسرے راستوں کی جانب چلا گیا تو وہ اسے آگ تک لے جائیں گے۔[62]

اس صراط مستقیم کو ایک حدیث میں ہمارے لیے رسول اللہ ﷺ نے بھی واضح کیا ہے۔ اس حدیث کو امام احمدؒ نے ابن مسعود سے نقل کیا ہے۔

"ابن مسعود فرماے ت ہیں کہ رسول اللہ نے اپنے ہاتھ سے ایک لائن (خط) کھینچی۔ پھر فرمایا: کہ یہ اللہ کا سیدھا راستہ ہے۔ فرماتے ہیں: کہ پھر آپ ﷺ نے اس سے دائیں بائیں جانب کچھ لکیریں کھینچیں۔ اور فرمایا: یہ دیگر راستے ہیں۔ ہر راستے پر شیطان بیٹھا ہے اور اپنی جانب بلا رہا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے (وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ) کی تلاوت فرمائی۔[63][64]

لہٰذا اللہ کا سیدھا راستہ وسطیت پر مشتمل ہے۔ کیونکہ وہ بالکل سیدھا ہے اور کجی سے مبرا ہے۔ اسی لیے دن اور رات میں پانچوں فرض نمازوں کی ہر رکعت میں ہر روز ہمیں اسی صراط مستقیم کی ھدایت کا سوال کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔

اس وسطیت کے مظاہر ہمیں عقیدہ، شریعت، اخلاق ار زندگی کے دیگر تمام حالات میں نظر آتے ہیں۔

ہمارے رب نے وسطیت پر مشتمل منہج ہی ہمارے لیے مقرر فرمایا ہے۔ اسی منہج کو رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی اور سیرت میں اپنایا ہے۔ صحابہ و تابعین اور ان کے متبعین سلف صالحین نے بھی اسی منہج کا التزام کیا ہے۔ اسلام میں ہی یہ منہج وسطیت موجود ہے۔ اس کی بدولت اسلام دیگر ملتوں سے ممتاز ہے۔ اسلام تطرف سے تحذیر اور وسطیت کے التزام کا داعی ہے۔ ار دعاۃ کے لیے اس کی معرفت، اس پر عمل و سلوک اور اس کی لوگوں کے لیے توضیح بہت ضروری ہے۔ کیونکہ عصر حاضر میں اس کی شدید احتیاج پائی جاتی ہے۔ تاکہ اہل اسلام متوسط اور معتدل بن سکیں۔

اس ضمن میں نظام زکوٰۃ بہترین مثال ہے۔ جو عبادات میں وسطیت کی عکاس ہے۔ کیونکہ زکوٰۃ تکافل اجتماعی کو ثابت کرتی ہے۔ نفوس کو مکر و فریب اور کینوں سے پاک کرتی ہے۔ اغنیاء و فقراء کے مابین رشتۂ اخوت کو اجاگر کرتی ہے۔ اس سے معاشرہ مضبوط ہوتا ہے۔ اور بہتر زندگی کے لیے اغنیاء و فقراء کے مابین توازن پیدا ہوتا ہے۔ اسی سے متعلق اللہ کا فرمان ہے۔

كَيْ لاَ يَكُوْنَ دُولَةًم بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ[65]

"تاکہ دولت صرف اغنیاء کے درمیان ہی نہ رہے"

ثابت ہوتا ہے کہ وسطیت واعتدال اہم دعوتی قواعد میں شامل ہے۔ کیونکہ اسلام دین وسط اور اہم امتِ وسط ہیں اور وسطیت افراط و تفریط کے مابین ایک فضیلت ہے۔ اسی لیےی دعاۃ کے لیے لازم ہے کہ اللہ کے اسی راستے اور منہج کو اختیار کریں جو کہ نبی ﷺ، صحابہ، تابعین اور سلف صالحین کا اختیار کردہ ہے۔

خلاصہ بحث

اس بحث سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ شیخ محمد متولی الشعراوی رحمہ اللہ کی پوری حیات مبارکہ دعوت الی اللہ کا جیتا جاگتا نمونہ تھی۔ ان کے دروس، خطبات، انٹرویوز اور مختلف ممالک کے اسفار سبھی اسی ایک مقصد کے گرد گھومتے تھے کہ لوگوں کو اللہ کی طرف بلایا جائے۔ اسی داعیانہ ذوق کی وجہ سے انہوں نے کئی اعلیٰ سرکاری مناصب کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تاکہ دنیاوی مصروفیات ان کے مشن میں رکاوٹ نہ بنیں۔ _تفسیر الشعراوی_ اس حقیقت کا سب سے بڑا ثبوت ہے جس میں شیخ نے جگہ جگہ دعوت کے اصول، آداب اور منہج کو بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے۔

تحقیق سے ثابت ہوا کہ دعوت الی اللہ محض وعظ و تقریر کا نام نہیں بلکہ یہ ایک عظیم عبادت اور شرف ہے۔ جس طرح ہر عبادت کے لیے فقہی اصول ضروری ہیں، اسی طرح دعوت کے لیے بھی _فقہ الدعوہ_ کا جاننا از حد ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنے نبی ﷺ کے لیے دعوت کا منہج تین بنیادوں پر قائم فرمایا: *حکمت، موعظہ حسنہ اور جدال احسن*۔ شیخ الشعراوی نے انھی اصولوں کو اپنی دعوت کا محور بنایا اور یہ واضح کیا کہ جو داعی بصیرت کے ساتھ ان قواعد پر عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے بند دلوں کو کھول دیتا ہے اور مدعو کو ایمان وہدایت کی طرف مائل کر دیتا ہے۔ موجودہ دور میں امت مسلمہ کو _فقہ الدعوہ_ کی شدید ضرورت ہے کیونکہ دعوت کے میدان میں دو خطرناک انتہائیں پیدا ہو چکی ہیں۔ ایک طرف افراط ہے

جس نے بعض لوگوں کو اپنے ہی معاشرے کی تکفیر پر آمادہ کر دیا۔ دوسری طرف تفریط ہے جس نے قرآن و سنت سے دوری اختیار کر کے دین کو پس پشت ڈال دیا۔ ان دونوں کا سبب امت کا انحطاط اور دعوتی اصولوں سے ناواقفیت ہے جس کی طرف قرآن نے بھی اشارہ کیا:

"فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا"

اس تناظر میں شیخ الشعراوی کا منہج ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔ انہوں نے وسطیت و اعتدال کو دعوت کا بنیادی قاعدہ قرار دیا۔ کیونکہ اسلام خود "دینِ وسط" ہے اور امت "امتِ وسط" ہے۔ وسطیت کا مطلب افراط و تفریط کے درمیان اعتدال کی راہ ہے۔ اسی لیے داعی پر لازم ہے کہ وہ نبی ﷺ، صحابہ، تابعین اور سلف صالحین کے طریقے کو اپنائے جو نرمی، حکمت اور شفقت پر مبنی تھا۔ شیخ الشعراوی کی دعوتی جد و جہد ہمیں یہ درس دیتی ہے کہ اصل کامیابی سختی یا نرمی کی انتہا میں نہیں بلکہ توازن، علم اور اخلاص میں ہے۔ تفسیر الشعراوی میں مذکور قواعد دعوت آج بھی امت کے لیے ایک مکمل لائحہ عمل ہیں جو دلوں کو جوڑنے، معاشرے کی اصلاح کرنے اور لوگوں کو صراط مستقیم کی طرف لانے کا مؤثر ذریعہ ہیں

حوالاجات

[1] امین عبد العزیز، الدعوۃ قواعد واصول(اسکندریہ: دارالدعوۃ،1419ھ/1999ء)، ص5
[2] امین عبد العزیز، الدعوۃ قواعد واصول، ص 5
[3] مریم19: 59
[4] امین عبد العزیز، الدعوۃ قواعد واصول، ص87-89
[5] امین عبد العزیز، الدعوۃ قواعد واصول، ص90-91
[6] محمد بن احمد بن الازہری الھروی، ابو منصور، تہذیب اللغۃ(بیروت: دارالاحیاء التراث، 2001ء)،1/136
[7] علی بن محمد بن علی الزین الشریف الجرجانی، کتاب التعریفات(بیروت: دارالکتب العلمیہ، 1987ء)،1/71
[8] محمد بن احمد بن الازہری الھروی، ابو منصور، تہذیب اللغۃ،1/136
[9] یوسف12: 108
[10] محمد ابو الفتح البیانونی، المدخل الی علم الدعوۃ دراسۃ منہجیۃ شاملہ لتاریخ الدعوۃ واصولھا و مناھجہا واسالیبہا ووسائلھا و مشکلاتھا فی ضوء النقل والعقل(بیروت: مؤسسۃالرسالۃ، 1415ھ/1990ء)، ص17
[11] طٰہٰ20: 114
[12] ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر، تفسیر ابن کثیر(دار الطیبۃ، 1999ء)،4/ 422
[13] القلم68: 1
[14] ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر، تفسیر ابن کثیر،8-187
[15] محمد47: 19
[16] ڈاکٹر عبد اللہ الخالدی، التسھیل لعلوم التنزیل(بیروت: درالارقم بن ابی الارقم،1416ھ)،2/282
[17] محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع الصحیح البخاری(دار طوق النجاۃ،1422ھ)1/24
[18] مسلم بن الحجاج ابو الحسن القشیری النیشاپوری، الجامع الصحیح مسلم، کتاب الامارۃ(بیروت: داراحیاء التراث العربی، س ن)، رقم الحدیث1037
[19] ابو عبد اللہ محمد بن یزید القزوینی، سنن ابن ماجہ(دارالرسالۃ العالمیہ،1430ھ/2009ء)،1/ 151، رقم الحدیث224
[20] محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع الصحیح البخاری، کتاب الزکوۃ، باب اخذ الصدقۃ من الاغنیاوترد فی الفقراء، رقم الحدیث1496
[21] النحل16: 125
[22] الشیخ محمد بن صالح العثیمین، زاد الداعیۃ الی اللہ(دار الوطن، للنشر،1413ھ)ص8-9
[23] عبد الرحیم المغذوی، الاسس العلمیۃ لمنہج الدعوۃ الاسلامیۃ(مدینہ منورہ: الشریف حمدان راجح المہدی،1415ھ)ص276
[24] یوسف12: 108
[25] تفسیر شیخ شعراوی،12/ 7124-7125
[26] طٰہٰ20: 114
[27] تفسیر شعراوی،26/16171
[28] النحل16: 35
[29] تفسیر الشیخ الشعراوی،13/ 7912
[30] محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع الصحیح البخاری: کتاب احادیث الانبیاء، باب ماذکر عن بنی اسرائیل، 4/170، رقم الحدیث3461
[31] محمد بن عیسیٰ بن سورۃ بن موسیٰ بن الضحاک الترمذی، سنن الترمذی(مصر: مکتبۃ ومطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی، 1390/ 1985ء)5/34، رقم الحدیث2657
[32] تفسیر الشیخ الشعراوی،13/ 8912
[33] البقرہ2: 282
[34] القصص28: 56
[35] الشوریٰ42: 52
[36] الشیخ محمد متولی الشعراوی، تفسیر الشعراوی، ج2/ص1185-1186
[37] الشیخ محمد متولی الشعراوی، تفسیر الشعراوی، ج2/ص1186

[38] تفسیر الشیخ الشعراوی، جزعم، ص14328
[39] النور24: 54
[40] ابو سعید عبد اللہ بن عمر بن محمد الشیرازی البیضاوی، انوار التنزیل و اسرار التاویل (بیروت: داراحیاء التراث العربی، 1418ء)4/ 112
[41] القصص28: 56
[42] القرآن مخلوق وغیر مخلوق وغیرھا من القضایا الخلافیۃ فی فروع العقیدہ
[43] النحل16: 36
[44] ابن کثیر، 4/ 570
[45] سبق تخریج الحدیث فی القاعدۃ الاولی
[46] حٰم السجدہ41: 33
[47] تفسیر الشیخ شعراوی، 2/ 13581
[48] الشیخ محمد متولی الشعراوی، تفسیر الشعراوی، ج4/ ص2556
[49] الحجرات49: 6
[50] ابو سعید عبد اللہ بن عمر بن محمد الشیرازی البیضاوی، انوار التنزیل و اسرار التاویل، 5/ 134
[51] النسا4: 94
[52] محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع الصحیح البخاری، کتاب تفسیر القرآن، سورۃ النساء، آلایۃ94، 6/ 47، رقم الحدیث، 4591
[53] مسلم بن الحجاج ابو الحسن القشیری النیشاپوری، الجامع الصحیح مسلم، کتاب الایمان، باب تحریم قتل الکافر بعد ان قال: لا الہ الا اللہ، ق/ 97، رقم الحدیث:96
[54] ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن ابی بکر بن فرح الانصاری الخزرجی شمس الدین القرطبی، الجام الاحکام القرآن، تفسیر قرطبی (القاہرہ: دار الکتب المصریہ، 1384ھ/ 1964ء)، 5/ 339
[55] طٰہٰ20: 45
[56] الشیخ محمد متولی الشعراوی، تفسیر الشعراوی، ج15/ ص9279
[57] البقرہ2: 143
[58] الشیخ محمد متولی الشعراوی، تفسیر الشعراوی، ج1/ ص626۔627
[59] البقرہ2: 143
[60] محمد بن جریر الطبری، جامع البیان فی تاویل القرآن (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، 1420ھ/ 2000ء)، ص3/ 143
[61] الانعام6: 153
[62] ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن ابی بکر بن فرح الانصاری الخزرجی شمس الدین القرطبی، الجام الاحکام القرآن، تفسیر قرطبی، 7/ 137
[63] الانعام6: 153
[64] الامام احمد بن حنبل، مسند امام احمد، 7/ 436
[65] الحشر59: 7